خطبہ جمعہ

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر کسی مومن نے کسی امان طلب کرنے والے کو امان دی اور پھر اسے قتل کر دیا تو مَیں ایسے شخص سے بیزار ہوں

دنیا بھر میں کثرت سے جو لوگ احمدی مسلمان ہو رہے ہیں وہ محض کتابیں پڑھنے کی وجہ سے نہیں بلکہ الٰہی خوشخبریوں کی وجہ سے اور جماعت کی تائید میں خدا تعالیٰ کے تازہ نشانوں کو دیکھنے کی وجہ سے متأثر ہوتے ہیں

صفت المومن کے تعلق میں آیات قرآنی ، احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے سے ایمان افروز تذکرہ

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ ۱۵؍ فروری ۲۰۰۲ء بمطابق ۱۵؍ تبلیغ ۱۳۸۱ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

جیسا کہ مَیں نے ابھی اعلان کیا تھا مجھے کئی دفعہ پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے۔ ایک دفعہ اسکواش کھیلتے ہوئے بہت سخت چوٹ لگی تھی۔ مگر مَیں کوشش یہی کرتا ہوں کہ نماز miss نہ ہو اور جمعہ کا حرج نہ ہو کیونکہ اس کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے اور ان کی تکلیف سے مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے بالکل عیادت نہ کریں۔ دعا کریں، بس۔ اور جو لوگ باہر خطبہ دیکھ رہے ہیں وہ بھی کسی قسم کی عیادت کا خط نہ لکھیں۔ یہ چوٹ جو ہے ٹھیک ہو جائے گی انشاء اللہ۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا. اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ. اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾ (حم السجدة : ۴۱)

یقیناً وہ لوگ جو ہماری آیات کے بارہ میں کج روی سے کام لیتے ہیں ہم پر مخفی نہیں رہتے۔ پس کیا وہ جو آگ میں ڈالا جائے گا بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن کی حالت میں آئے گا؟ تم جو چاہو کرتے پھرو، یقیناً جو کچھ بھی تم کرتے ہو وہ اُس پر گہری نظر رکھنے والا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک لمبی حدیث مروی ہے جس کے آخر میں آتا ہے: ''.......... قیامت کے دن ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ہر امّت اُس کے پیچھے ہو جائے جس کی وہ عبادت کرتی تھی اس پر غیر اللہ یعنی بتوں وغیرہ کی عبادت کرنے والے سب کے سب آگ میں اوپر تلے گرنے لگیں گے یہاں تک کہ صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جو اللہ کی عبادت کرنے والے ہوں گے جن میں نیک اور بد بھی شامل ہوں گے۔ اہل کتاب میں سے جو باقی بچے ہوں گے اُن میں سے (پہلے) یہود کو بلایا جائے گا اور اُن سے کہا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے۔ وہ کہیں گے ہم عزیر کی عبادت کرتے تھے جو اللہ کا بیٹا ہے۔ اس پر اُن سے کہا جائے گا کہ تم جھوٹے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تو نہ کوئی بیوی بنائی نہ بیٹا۔ سو تم کیا چاہتے ہو؟۔ وہ جواب دیں گے: اے ہمارے ربّ! ہمیں بہت پیاس لگی ہے، پس ہمیں پانی پلا دے۔ اس پر اُن کو اشارے سے کہا جائے گا کہ تم فلاں گھاٹ پر کیوں نہیں چلے جاتے۔ اس پر انہیں آگ میں اکٹھا کیا جائے گا جو سراب کی طرح نظر آئے گی اور اس کے بعض حصے بعض دوسرے حصوں کو توڑ رہے ہوں گے۔ پھر وہ اس میں اوپر تلے گریں گے۔

پھر نصاریٰ کو بلایا جائے گا اور اُن سے کہا جائے گا: تم کس کی عبادت کرتے تھے۔ وہ کہیں گے: ہم مسیح کی عبادت کرتے تھے جو اللہ کا بیٹا ہے۔ اس پر اُن سے کہا جائے گا کہ تم جھوٹے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تو نہ کوئی بیوی بنائی نہ بیٹا۔ اس پر اُن سے کہا جائے گا کہ تم کیا چاہتے ہو؟۔ اس پر اُن سے بھی وہی سلوک ہو گا جو پہلے گروہ سے ہوا۔

پھر جب صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جو اللہ کی عبادت کرتے تھے اور جن میں نیک و بد سبھی شامل ہوں گے تو اُن کے پاس ربّ العالمین اس شکل کے قریب قریب شکل میں آئے گا جس شکل میں انہوں نے اُسے پہلے دیکھا ہو گا''۔

اللہ کی رؤیت جو ہے وہ ظاہری اور حقیقی تو ہو ہی نہیں سکتی۔ مگر مختلف لوگوں کو اللہ کسی نہ کسی شکل میں ضرور دکھائی دیتا ہے۔ کبھی وہ ایک عالیشان ذات کی شکل میں نظر آتا ہے اور بسا اوقات اللہ تعالیٰ افق تا افق پھیلے ہوئے ایک نور کی طرح نظر آتا ہے۔ تو اس لئے ان احادیث کو ظاہری معنوں میں نہ لینا چاہئے۔ یہ مراد ہے کہ ہر شخص اپنی توفیق کے مطابق اپنے اللہ کو دیکھتا ہے یعنی نیک لوگ اپنے اللہ کو دیکھتے ہیں اور جب اللہ ان کو نظر آئے تو یہ ان کے ساتھ خاص اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سلوک ہوتا ہے۔

پھر اُن سے کہا جائے گا: تم کس کی انتظار میں ہو۔ ہر امت اُس کے پیچھے ہو جائے جس کی وہ عبادت کرتی تھی۔ اس پر وہ عرض کریں گے: ہم نے دنیا میں لوگوں کو اس حال میں بھی ترک کر دیا جبکہ ہم اُن کے سخت محتاج تھے اور ہم اُن کے ساتھ نہ ہوئے۔ اور اب ہم اپنے اس ربّ کا انتظار کر رہے ہیں جس کی ہم عبادت کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کہے گا کہ مَیں ہی تمہارا ربّ ہوں۔ اس پر وہ کہیں گے: ہم اپنے ربّ کا کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ ایسا وہ دو یا تین بار کہیں گے۔

(صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر)

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَقِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَیُّمَا مُؤْمِنٍ أَمَنَ مُؤْمِنًا عَلٰی دَمِہٖ فَقَتَلَہٗ فَاَنَا مِنَ الْقَاتِلِ بَرِیْءٌ۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۲۲۴ مطبوعہ بیروت)

عمرو بن حق سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس کسی مومن نے امان طلب کرنے والے کو امان دی مگر پھر اُس نے اُسے قتل کر دیا تو مَیں ایسے قاتل سے بیزار ہوں۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور زبیرؓ اور مقدادؓ بن الأسود کو بھیجا اور فرمایا کہ تم روانہ ہو جاؤ یہاں تک کہ روضۂ خاخ نامی جگہ تک پہنچو تو وہاں پر ھودج میں سوار ایک عورت ہو گی جس کے پاس ایک خط ہے۔ وہ خط اُس سے لے لو۔ پس ہم گھوڑے دوڑاتے ہوئے چل پڑے یہاں تک کہ ہم اس جگہ پہنچ گئے۔ وہاں ہم نے اس عورت کو پایا اور اس کو کہا کہ خط نکالو۔ اُس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے اس سے کہا کہ خط نکال دو ورنہ ہم تمہارے کپڑوں کی تلاشی لیں گے۔ تب اُس نے سر کی مینڈھیوں سے وہ خط نکالا۔ ہم وہ خط رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے۔ یہ خط حاتم بن ابی بَلْتَعَہ کی طرف سے بعض مشرکین مکہ کو لکھا گیا تھا جس میں آنحضرت ﷺ کے بعض رازوں سے اُن کو مطلع کیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے حاطب! یہ کیا ہے؟ اُس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے بارہ میں جلدی نہ کریں۔ (بات یہ ہے کہ) میرے قریش کے ساتھ تعلقات ہیں، گو مَیں خود اُن میں سے نہیں ہوں۔ جبکہ آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں اُن کی مکہ میں قرابت داریاں ہیں جن کے ذریعے وہ اپنے اہل و عیال اور اموال کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ مجھے خیال آیا کہ گو کہ نسب

کے لحاظ سے میرا قریش کے ساتھ تعلق نہیں مگر اُن پر یہ احسان کرتا ہوں تا کہ اس کا پاس کرتے ہوئے وہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں۔ تاہم میں نے ایسا کفر یا ارتداد یا اسلام لانے کے بعد کفر کو پسند کرنے کی وجہ سے نہیں کیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے سچ کہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن ماردوں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اس نے جنگ بدر میں شرکت کی تھی۔ تمہیں کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں شریک ہونے والوں (کی قربانیوں) پر نظر کرتے ہوئے ہی فرمایا ہو کہ: تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ (بخاری. کتاب الجهاد والسير)

اب یہ "جو چاہو عمل کرو" کی تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سید عبدالقادر جیلانی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ "جب یہ موت انسان پر وارد ہو جاتی ہے تو سب عبادات تیں ساقط ہو جاتی ہیں اور پھر خود ہی سوال کرتے ہیں کہ کیا انسان اباحتی ہو جاتا ہے اور سب کچھ اس کے لئے جائز ہو جاتا ہے۔ پھر آپ ہی جواب دیا ہے کہ یہ بات نہیں کہ اباحتی ہو جاتا ہے بلکہ بات اصل یہ ہے کہ عبادت کے اثقال اس سے دُور ہو جاتے ہیں اور پھر تکلف اور تصنع سے کوئی عبادت وہ نہیں کرتا بلکہ عبادت ایک شیریں اور لذیذ غذا کی طرح ہو جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور مخالفت اس سے ہو سکتی ہی نہیں۔ اور خدا تعالیٰ کا ذکر اس کے لئے لذت بخش اور آرام دہ ہوتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں کہا جاتا ہے ﴿اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ﴾ اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ نواہی کی اجازت ہو جاتی ہے بلکہ وہ خود ہی نہیں کر سکتا۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ کوئی خصّی ہو اور اس کو کہا جاوے کہ تو جو مرضی ہے کر تو وہ کیا کر سکتا ہے۔ اس سے فسق و فجور مراد لینا کمال درجہ کی بے حیائی اور حماقت ہے۔ یہ تو اعلیٰ درجہ کا مقام ہے جہاں کشفِ حقائق ہوتا ہے۔ صوفی کہتے ہیں اسی کے کمال پر الہام ہوتا ہے۔ اس کی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا ہو جاتی ہے۔ اس وقت اسے یہ حکم ملتا ہے۔ پس اثقالِ عبادت اس سے دُور ہو کر عبادت اس کے لئے غذا شیریں کا کام دیتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ﴿هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ﴾ (البقرة:٢٦) فرمایا گیا ہے"۔ (الحکم جلد ٧ نمبر ٣١ مورخہ ٢٤/اگست ١٩٠٣ء صفحہ ٣)

یعنی ان کو دنیا کے بعد جو رزق ملے گا وہ اسی دنیا کی عبادات میں جو لذت پاتے ہیں وہی متمثل ہو کر قیامت کے دن ان کے سامنے آئے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے ٢٨/اپریل ١٩٠٤ء۔ "اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنِّيْ غَفَرْتُ لَكُمْ۔ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ۔ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ۔ اِنِّيْ اَمَرْتُ لَكُمْ۔ (اِنِّيْ اَمَرْتُ الْمَلٰٓئِكَةَ) زَادَ اللّٰهُ عُمْرَكَ۔ اُذْكُرْ نِعْمَتِيْ۔ غَرَسْتُ لَكَ بِيَدِيْ رَحْمَتِيْ وَ قُدْرَتِيْ"

(البدر. جلد ٣. نمبر ١٦ و ١٧. بتاریخ ٢٤ اپریل اور یکم مئی ١٩٠٤ء صفحہ ٨.
نیز غیرمعمولی پرچه الحکم جلد ٨. بتاریخ ٢٨/ اپریل ١٩٠٤ء)

ترجمہ اس کا یہ ہے:- کرو جو چاہو۔ میں نے تمہیں گناہوں سے محفوظ کر لیا ہے۔ انشاء اللہ تم محفوظ ہو۔ کرو جو تم چاہتے ہو۔ میں نے تمہارے لئے فرشتوں کو حکم دے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تیری عمر بڑھا دی۔ میری نعمت کو یاد کر۔ میں نے تیرے لئے اپنے ہاتھ سے اپنی رحمت اور اپنی قدرت کا درخت لگا دیا ہے۔

اب قرآن کریم کی ایک سورۃ جو اکثر نمازوں میں تلاوت ہوتی ہے: ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ. وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ. وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ﴾ (سورة التين:٢تا٤)۔ قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی۔ اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر کی۔

علامہ ابو عبداللہ قرطبی لکھتے ہیں کہ: "بعض کے نزدیک ﴿اَلتِّيْنِ﴾ سے مراد دمشق ہے اور ﴿اَلزَّيْتُوْنِ﴾ سے مراد بیت المقدس ہے۔ پس اللہ نے دمشق کے پہاڑ کی قسم کھائی کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ کی پناہ گاہ تھی اور بیت المقدس کی قسم کھائی کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے نزول کی جگہ ہے اور مکہ کی قسم کھائی کیونکہ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم پڑے اور وہ حضرت محمد ﷺ کا گھر ہے۔

(تفسیر القرطبی)

علامہ محمود بن عمر الزمخشری سورۃ التین کی آیات ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ. وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ. وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ﴾ (سورة التين:٢تا٤) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کرنے کی جگہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش اور ان کے پروان چڑھنے کی جگہوں میں تِیْن اور زَیْتُوْن پیدا ہوئی اور اَلطُّوْر وہ جگہ ہے جہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکارا گیا اور مکہ، بیت اللہ کی جگہ ہے جو تمام جہانوں کے لئے ہدایت اور آنحضرت ﷺ کا مولد اور آپ کے مبعوث ہونے کی جگہ ہے۔ (تفسیر الکشاف)

یہاں جو قسم کھائی گئی ہے، قسم سے مراد ہے گواہ۔ یعنی یہ مقدس مقامات گواہ ہیں کہ یہ شہرت پھیلتی چلی جائے گی اور کوئی مخالف ان کو دبا نہیں سکے گا۔

علامہ فخرالدین رازی سورۃ التین کی آیات ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابن عباسؓ کے مطابق ان سے مراد ارض مقدسہ کے پہاڑ ہیں جنہیں سریانی میں طُوْرِ تِیْنَا اور طُوْرِ زِیْتَا کہتے ہیں کیونکہ یہ دونوں تِیْن اور زَیْتُوْن کا مَنْبَت ہیں۔ اس طرح اللہ نے گویا انبیاء کے مقامات بعثت کی قسمیں کھائی ہیں۔ پس تِیْن (انجیر) اگانے سے مخصوص پہاڑ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اور شمالی جانب زیتون اگانے والے پہاڑ سے مراد بنی اسرائیل کے اکثر انبیاء کے مقام بعثت ہیں اور طور سے مراد حضرت موسیٰ کا مقام بعثت ہے اور بَلَدِ اَمِیْن سے مراد حضرت محمد ﷺ کا مقام بعثت ہے۔ پس اس قسم سے مراد درحقیقت انبیاء کی تعظیم بیان کرنا اور ان کے درجات کو بلند کرنا ہے۔

(تفسیر کبیر رازی)

علامہ فخرالدین رازی سورۃ التین کی آیت ﴿وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ﴾ میں ﴿اَلْاَمِيْنِ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ﴿اَلْبَلَدِ الْاَمِيْنِ﴾ سے مراد مکہ ہے اور امین کا مطلب ہے "اَلْاٰمِنُ" یعنی امن دینے والا۔ صاحب کشاف کہتے ہیں کہ جس کے ذمہ امانت لگائی جائے اسے اَمِیْن کہتے ہیں اور اس کی امانت داری یہ ہے کہ وہ اس چیز میں اپنی دخل اندازی نہ کرے۔ یہ بھی جائز ہے کہ اَمِیْن جو فَعِیْل کے وزن پر ہے بطور اسم مفعول اس کے معنی امن دیا گیا شہر بھی ہو سکتے ہیں"۔ یعنی ﴿اَلْاَمِيْنِ﴾ امن دینے والا اور ﴿اَمِيْنِ﴾ امن دیا گیا شہر دونوں باتیں ہو سکتی ہیں۔ "اور بطور اسم فاعل امن دینے والا شہر بھی جیسا کہ دوسری جگہ اسے "حَرَمًا اٰمِنًا" فرمایا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر رازی) یعنی قرآن شریف نے خود ہی وضاحت کر دی ہے۔ اس شہر کو امین بھی کہا ہے اور آمِنًا بھی کہا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

"تین ۔ زیتون ۔ طور حضرت عیسیٰ و حضرت موسیٰ کے لئے تجلی کی جگہ اور یہ بلدِ امین آپ ﷺ کے لئے"۔ (تشحیذالاذہان۔ جلد ٨۔ نمبر ٩۔ صفحہ ٣٨٨)

"خدا سینا سے نکلا اور سعیر سے چمکا اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا۔ اُس کے داہنے ہاتھ میں شریعت ہے۔ ساتھ لشکر ملائکہ کے آیا"۔ (توریت. کتاب استثناء. ٥ باب ٣٣. آیت ٢)

"آئے گا اللہ جنوب سے اور قدوس فاران کے پہاڑ سے۔ آسمان کو جمال سے چھپا دیا، اس کی ستائش سے زمین بھر گئی"۔ (حبقوق. باب ٣. آیت ٣)

سینا سے موسیٰ جیسا بادشاہ صاحب شریعت ظاہر و باطن نکلا۔ شعیر جس کے پاس بیت لحم اور ناصرہ ہے، مسیح ظاہر ہوا۔

قرآن نے اس پیشگوئی کو محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت بیان کیا ہے۔ دیکھو:

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ. وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ. وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ﴾۔ قسم انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر کی"۔

یہ پیشگوئی اس پر ختم ہوتی ہے کہ یہ جو بلد امین ہے یہ پہلے سارے انبیاء کا ارتقائی نشان ہے۔ یہاں آکر پھر سب باتوں کی تان ٹوٹتی ہے۔

"ان تین مقامات کی خصوصیت نہایت غور کے قابل ہے۔ عہد عتیق میں اس تخصیص کی وجہ مفصل مذکور ہوئی ہے .... قرآن نے مسیح کے مبدائے ظہور کو تین اور زیتون سے تعبیر فرمایا۔ وادیٔ فاران اور دشت فاران کی تفسیر قرآن نے یہ فرمائی ہے کہ فاران سے شہر مکہ مراد ہے جہاں مسیح جیسا بشیر اور موسیٰ جیسا بشیر و نذیر نکلا۔ جس کی شریعت کی نسبت کہا گیا: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ

دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾(المائدہ:۴) آج میں نے پورا کردیا تمہارے لئے دین کو تمہارے اور پوری کرچکا میں اوپر تمہارے نعمت کو اور پسند کیا میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو۔

فاران کے پہاڑ سے ایسا ظاہر ہوا کہ تمام دنیا اس کا لوہا مان گئی۔اس کے داہنے ہاتھ میں شریعت روشن ہے۔اس کا لشکر ملائکہ کا لشکر ہے۔اس کے سبب سے خدا جنوب سے آیا۔اس کی ستائش سے زمین بھر گئی۔ موافق اور مخالف نے محمدؐ محمد ﷺ یا احمد احمد ﷺ پکارا۔اس سے زیادہ زمین ستائش سے اور کیا بھرتی، دشمن بھی محمدؐ کے نام سے پکارتے ہیں"۔

(حقائق الفرقان۔ جلد چہارم۔ صفحہ ۴۱۰، ۴۱۱)

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے:"اب تُو امن اور برکت کے ساتھ اپنے گاؤں میں جائے گا۔اور میں تجھے پھر بھی یہاں لاؤں گا۔"

(مکتوب پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ. صفحہ ۲. و البشریٰ قلمی، صفحہ ۵۷، مرتبہ پیر صاحبؓ)(تذکرہ۔ صفحہ ۸۰۵۔ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

سورۃ قریش:﴿لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ. اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ. فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ﴾(سورۃ قریش آیت ۲ تا ۵)

اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔قریش میں باہم ربط پیدا کرنے کے لئے۔(ہاں) اُن میں ربط بڑھانے کے لئے (ہم نے) سردیوں اور گرمیوں کے سفر بنائے ہیں۔ پس وہ عبادت کریں اس گھر کے ربّ کی۔ جس نے اُنہیں بھوک سے (نجات دیتے ہوئے) کھانا کھلایا اور انہیں خوف سے امن دیا۔

یہ جو سورت ہے یہ پیشگوئی کے طور پر میرے حق میں بھی بار بار پوری ہوئی ہے جس کو تحدیث نعمت کے طور پر میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ایک دفعہ جب ہم امریکہ سفر پر گئے تو بہت خوف تھا۔کھانے کے متعلق بھی تھا اور لوگوں سے امن کے متعلق بھی تھا۔وہاں بہت غنڈے اور بدمعاش لوگ پھرتے ہیں۔ میرے ساتھ میری بیوی اور دو بیٹیاں تھیں۔اس ڈر کے مارے میں نے اسی سورت کی تلاوت کی ﴿لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ. اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ. فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ﴾ اور اس کو ایسے حیرت انگیز طریق پر میں نے پورا ہوتے ہوئے دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کے سوا ممکن نہیں کہ کوئی اس کو اس طرح پورا کرسکے۔سب سے پہلی دلچسپ بات یہ تھی کہ شکاگو جو بہت بڑا شہر ہے، کوئی سو میل کے قریب ہے۔شکاگو میں داخل ہوئے تو قریباً نصف شکاگو طے کرلیا اور میں بچوں کو کہتا تھا کہ ابھی یہاں نہیں مڑنا۔اور نصف طے کرنے کے بعد میں ایک طرف سڑک پر مڑ گیا۔کسی سے نہیں پوچھا۔پھر مڑتے ہوئے پھر دائیں طرف مڑا، پھر دائیں طرف، پھر بائیں طرف، کئی چکر اس طرح لگے۔ آخر ایک پٹرول پمپ کے پاس جاکر موٹر روک لی۔پٹرول پمپ پر طرح طرح کے غنڈے پھر رہے تھے۔ لیکن ایک شریف عورت وہ بھی نشے میں دھت تھی وہ دوڑی دوڑی میرے پاس آئی اور مجھے کہا کہ کوئی میرے لائق کام ہو۔تو میں نے ہمارے ایک دوست کا جو انتظار کررہے تھے ان کا ٹیلی فون نمبر دیا۔اس نے ان کو فون کیا اور مجھے کہا کہ آپ یہاں ٹھہریں۔وہ جگہ پانچ منٹ کے فاصلے پر ہے اور وہ ابھی آتے ہیں۔چنانچہ ابھی ہماری بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ ان کی موٹر پہنچ گئی۔اور جو میرے اردگرد بُری نیت سے غنڈے اکٹھے ہو رہے تھے وہ سارے بکھر گئے اور وہ دوست مجھے خیریت سے اپنے گھر لے گئے جو مسجد کے پاس ایک جگہ تھی اور اللہ کے فضل سے کھانے وغیرہ کا بھی بہت عمدہ انتظام کیا۔

اب یہ سارا سلسلہ ایک دفعہ کی بات نہیں ہے، مسلسل یہی مضمون چلتا رہا ہے۔امریکہ میں بھی اور واپسی پر ہالینڈ کی میں بات بتاتا ہوں۔ہالینڈ میں مجھے پتہ نہیں تھا کہ ہماری مسجد کہاں ہے۔ تو آدھی رات کو، کوئی ایک بجے کے قریب ہم ہالینڈ میں ہیگ شہر میں داخل ہوئے اور کسی سے نہیں پوچھا کہ کون ہو تم کہاں جانا ہے۔نہ ہمیں زبان آتی تھی۔ اتنے میں چھ لڑکے شوخیاں کرتے ہوئے سائیکل پر چلے جارہے تھے۔میں نے ان کو مسجد کا ایڈریس دکھایا تو ایک لڑکا بولا یہ تو ہمارے گھر کے ساتھ ہی ہے۔چنانچہ وہ بائیسکل پر آگے آگے چلا اور ہم اس کے پیچھے پیچھے چلے۔حافظ قدرت اللہ صاحب مسجد کے امام ہوا کرتے تھے۔ سیدھا جاکر ان کا دروازہ کھٹکھٹایا اور ہم امن میں آگئے۔خوف سے بھی امن میں آگئے اور کھانا بھی مل گیا۔

باتیں تو بہت تھیں لیکن ساری باتیں نہیں بتاتا۔ایک آخری واقعہ بہت دلچسپ سن لیجئے۔

جب ہم ناروے گئے تو خیال تھا کہ مقصود صاحب کے گھر ٹھہریں گے۔انہوں نے دعوت دی ہوئی تھی۔نہ ہمیں نارویجئن زبان آئے نہ گھر کا پتہ۔گلیاں بھی عجیب وغریب قسم کی ہیں۔ تو میں نے کاغذ پر صرف ان کا پتہ لکھا ہوا تھا۔تو پہلا شخص جس کے پاس میں نے کار روکی ہے، پہلا شخص اس کو میں نے پتہ دکھایا تو اس نے میری بیوی آصفہ مرحومہ کو کہا کہ تم ایک طرف ہٹ جاؤ۔وہ میرے سٹیرنگ کے پاس آگئیں اور آگے وہ ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور تھوڑی بہت انگریزی اس کو آتی تھی۔اس نے کہا جس گھر کا پتہ پوچھ رہے ہو وہ میرا ہمسایہ ہے۔تو ابھی میں آپ کو وہاں لے کر جاتا ہوں۔چنانچہ سیدھا ان کے پاس پہنچ گئے۔اب یہ اتفاق ایک ہو، دو ہو، وہ تو مسلسل سارا سلسلہ ہی ﴿اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ﴾ کا سلسلہ تھا۔پس یہ سورت جب بھی پڑھتا ہوں وہ سارے واقعے ایک بجلی کی طرح میرے ذہن میں گھوم جاتے ہیں۔تو اللہ تعالیٰ کی ہستی وہ ہے جو اپنی ذات کا ثبوت اپنے کاموں سے دیتا ہے ورنہ دیکھنے میں تو خدا کہیں نظر نہیں آتا مگر اس کے حیرت انگیز کارنامے ہیں جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت یزید بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ﴿لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ﴾ کے ضمن میں فرمایا:اے قریش! تم پر ہلاکت ہو۔تم اس گھر کے ربّ کی عبادت کرو جس نے تمہیں ہر قسم کی بھوک کے وقت کھلایا اور ہر قسم کے خوف سے امن بخشا۔(مسند احمد بن حنبل۔ مسند القبائل)

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ﴿لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ قریش کے لوگوں کا دل سفر میں (اس طرح) لگ گیا کہ سردی اور گرمی میں بھی سفر کرنا اُن کے لئے دو بھر نہ ہوتا تھا اور ﴿اٰمَنَهُمْ﴾ سے مراد یہ ہے کہ ان کو حرم میں ان کے ہر دشمن سے بے خوف کردیا اور امن عطا فرمادیا۔(صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر۔ تفسیر سورۃ قریش)

حضرت علامہ فخرالدین رازی سورۃ قریش کی آیت ﴿رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قریش دو سفر کیا کرتے تھے۔ایک سردیوں کا سفر جو یمن کی طرف ہوتا تھا کیونکہ یمن نسبتاً گرم علاقہ تھا۔اور دوسرا گرمیوں کا سفر جو شام کی طرف ہوتا تھا کیونکہ شام نسبتاً سرد علاقہ تھا۔

عطاء نے حضرت عباسؓ سے روایت کرتے ہوئے ان سفروں کے آغاز کا سبب اس طرح بیان کیا ہے کہ قریش میں سے جب کسی خاندان پر قحط کی حالت آتی تو وہ اپنے اہل وعیال کو لے کر مکہ سے باہر ایک جگہ کی طرف نکل جاتا اور وہاں وہ سب اہل وعیال روپوشی اختیار کرلیتے یہاں تک کہ وہ مر جاتے۔قریش میں یہی طریق جاری رہا یہاں تک کہ ہاشم بن عبد مناف اپنی قوم کے سردار ہوئے۔ ایک دفعہ ہاشم کھڑے ہوئے اور قریش سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ اے اہل قریش تم پر قحط آیا ہوا ہے۔تو اس کی وجہ سے تم گھٹتے جارہے ہو اور ذلیل ہو رہے ہو حالانکہ تم حرم شریف کے متولی ہو اور تمام اولاد آدم میں سے سب سے زیادہ معزز ہو اور لوگ تمہارے متبعین ہیں۔ قریش نے کہا کہ ہم آپ کے پیچھے ہیں۔ آپ جو بھی فیصلہ کریں گے ہم اس کی مخالفت نہیں کریں گے۔پس ہاشم نے اس

پر تمام نسلِ قریش کو تجارت کی غرض سے دو سفروں کے لئے تیار کیا۔ سردیوں کا سفر یمن کی طرف اور گرمیوں کا سفر شام کی طرف۔ اب جو بھی غنی آدمی منافع حاصل کر لیتا اسے وہ اس غنی آدمی اور فقراء میں تقسیم کر دیتے یہاں تک کہ ان کا ہر فقیر بھی اپنے مالداروں کی طرح ہو گیا۔ جب اسلام آیا تو وہ اسی طریق کار پر قائم تھے۔ اور عربوں میں کوئی بھی قریش سے زیادہ مالدار اور معزز نہیں تھا۔

امام رازیؒ مزید لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ سفر کی شرائط میں سے یہ ہے کہ باہمی انس اور محبت ہو۔ اسی لئے فرمایا ﴿وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ اور حضر کی نسبت سفر میں اعلیٰ اخلاق کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

اس قول کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس سے مراد لوگوں کے مکہ کی طرف سفر ہیں۔ اور انہی سفروں کی وجہ سے اہل مکہ کے منافع کے لئے مکہ میں بازار لگتے تھے اور اگر اصحاب فیل اپنا ارادہ پورا کر لیتے تو اہل مکہ ان فوائد اور منفعتوں سے محروم ہو جاتے۔ (تفسیر کبیر رازی)

اہل مکہ کا مکہ سے جنوب اور شمال کی طرف سفر بھی مراد ہے اور جنوب اور شمال کے لوگوں کا دونوں موسموں میں مکہ کی طرف سفر کرنا بھی مراد ہے۔

علامہ عبداللہ قرطبی سورۃ قریش کی آیت ﴿وَاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ﴾ (القریش:۵) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا ﴿رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ﴾ کا جواب ہے۔ (تفسیر القرطبی)

بہت عمدہ بات ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو دعا کی تھی کہ اس شہر کو امن کا موجب بنا اور ان کو اس میں رزق عطا کر تو یہی وہ سلسلہ ﴿لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ﴾ والا آگے تک چل رہا ہے۔

علامہ فخر الدین رازیؒ سورۃ قریش کی آیت ﴿وَاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ﴾ (القریش:۵) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ (قریش) امن کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔ دوران سفر نہ کوئی ان کو روکتا اور نہ ان پر کوئی حملہ آور ہوتا اور نہ ہی حضر میں ان پر کوئی حملہ آور ہوتا جبکہ ان کے علاوہ قبائل سفر اور حضر میں حملوں سے امن میں نہ تھے۔ اور یہی اس آیت ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا﴾ کا مفہوم ہے۔ "کہ تم نے دیکھا نہیں کہ اس حرم کو ہم نے امن دینے والی جگہ بنا دیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

"قریش تجارت کے واسطے ہر سال دو سفر کرتے تھے۔ موسم سرما میں افریقہ، ہند، یمن کی طرف جاتے تھے"۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے اس سفر کا دائرہ زیادہ وسیع کر کے بتایا ہے۔ افریقہ بھی جاتے تھے اور ہند اور یمن کی طرف جاتے تھے۔ "اور موسم گرما میں شام، ایران کی طرف جاتے تھے۔ ہر دو طرف کے لوگ ان کی بہت ہی عزت اور تکریم کرتے تھے اور ہدیے اور تحفے دیتے تھے۔ اگر خدانخواستہ اصحاب الفیل کو فتح ہو جاتی تو ان کی یہ تمام عزت جاتی رہتی اور امن اُٹھ جاتا۔ لیکن اصحاب الفیل کو تباہ کر کے اللہ تعالیٰ نے اُن کی عزت کو اَور بھی بڑھایا۔ اور پہلے سے بھی زیادہ لوگ قریش کی تعظیم کرنے لگے۔ اور وہ سفر ان کے واسطے اَور بھی زیادہ آسان اور بابرکت ہو گئے۔"

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان۔ ۲۶/ ستمبر ۱۹۱۲ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

"خانہ کعبہ کو بیت اللہ بھی کہتے ہیں اور بیت العتیق بھی کہتے ہیں۔ قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک وقت یہ خطہ بھی سرسبز و شاداب نہروں اور نباتات کے ساتھ ہو جائے گا۔ چنانچہ اس پیشگوئی کا پورا ہونا آج ظاہر ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف جھکنے اور اس کی عبادت میں مصروف ہونے اور توکّل سے فائدہ اٹھا کر دنیوی احتیاج سے محفوظ رہنے کی مثالیں فرداً فرداً تو جو ہیں سو ہیں۔ مگر مجموعی طور پر ملک عرب میں اس علاقہ نے اس کا نمونہ دکھایا ہے کہ جب ایک زمین خدا کی عبادت کے واسطے خاص ہوئی تو وہ باوجود بنجر بیابان ہونے کے تمام دنیوی نعمتوں سے متمتع ہو گئی۔ حدیثوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جو کوئی اپنی آخرت کے اہتمام میں ہو، اللہ تعالیٰ اُس کے نفس میں تونگری دے دیتا ہے اور دنیا کے ہموم سے اُسے کفایت کرتا ہے۔ مگر جس نے غافل ہو کر دنیا کے اہتمام سے شغل کیا، اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کے سامنے محتاجی کر دیتا ہے اور دنیوی ہموم سے اُسے کفایت نہیں کرتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا اس گھر کے واسطے کی تھی کہ ﴿رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ﴾ (بقرہ:۱۲۷) وہ دعا بھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ اور اس سے خدا تعالیٰ کی ہستی کا اور انبیاء علیہم السلام کی صداقت کا ایک بیّن ثبوت ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حرم کے متعلق قرآن کریم میں جو پیشگوئی کی ہے کہ ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ﴾ (العنکبوت:۶۸) یہ پیشگوئی آج تک پوری ہو رہی ہے۔ ایک مفسّر لکھتے ہیں۔ عرب پہلے جاہل کہے جاتے تھے۔ اسلام لانے سے وہ دنیا کے عالم کہلائے اٰمَنَهُمْ بِالْاِسْلَامِ فَقَدْ كَانُوْا فِي الْكُفْرِ اَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوْعِ الْجَهْلِ بِطَعَامِ الْوَحْيِ"۔ اب تو اسلام نے بہت فضیلت ان کو دی، ان کی عزت ہوئی علم کے لحاظ سے بھی اور ہر پہلو سے، امارت کے لحاظ سے ہی اب دیکھو کس طرح لوگ پاکستان سے دوڑ دوڑ کر سعودی عرب کی طرف جاتے ہیں اور وہاں جانے کا ویزا مل جانا ہی ان کے لئے تونگری کا ایک نشان بن جاتا ہے کہ اب ضرور امیر ہو جائیں گے۔ تو جو بھی غربت کی حالت میں سعودی عرب پہنچے ہیں وہ بہت ہی امیر ہو کر اپنے بال بچوں کو بھی پھر بہت مالا مال کر دیتے ہیں۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ آج تک اس کا یہ وعدہ پورا ہوتا چلا جا رہا ہے۔ "کافر تھے خدا نے اُن کو مسلمان بنایا۔ جہالت میں بھوکے تھے، خدا نے طعامِ وحی سے مالا مال کر دیا"۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان۔ ۲۶/ ستمبر ۱۹۱۲ء)

اخبار بدر قادیان کے ایڈیٹر تحریر فرماتے ہیں:

"عرب صاحب نے اِدھر اُدھر غیر آبادی کو دیکھ کر عرض کی کہ یہ صرف حضورؑ ہی کا دَم ہے کہ جس کی خاطر اِس قدر اَنبوہ ہے ورنہ اِس غیر آباد جگہ میں کون اور کب آتا ہے۔ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سُن کر) فرمایا کہ:-

اِس کی مثال مکہ کی ہے کہ وہاں بھی عرب لوگ دُور دراز جگہوں سے جا کر مال وغیرہ لاتے تھے اور وہاں بیٹھ کر کھاتے تھے۔ اس کی طرف اشارہ ہے اِس سُورۃ میں ﴿لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ الخ﴾۔ (البدر۔ جلد ۲۔ نمبر ۴۔ بتاریخ ۱۳/فروری ۱۹۰۳ء۔ صفحہ ۲۶)

پھر الہام ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔

اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ . وَ اِنَّ عَلَيْكَ رَحْمَتِيْ فِي الدُّنْيَا وَالدِّيْنِ . وَ اِنَّكَ مِنَ الْمَنْصُوْرِيْنَ. يَحْمَدُكَ اللّٰهُ وَيَمْشِيْ اِلَيْكَ. اَلَآ اِنَّ نَصْرَاللّٰهِ قَرِيْبٌ آج تُو میرے نزدیک با مرتبہ اور امین ہے۔ اور تیرے پر میری رحمت دنیا اور دین میں ہے۔ اور تُو مدد دیا گیا ہے۔ خدا تیری تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چلا آتا ہے۔ خبردار ہو خدا کی مدد نزدیک ہے۔

(تذکرہ۔ صفحہ ۷۸ تا ۷۹ مطبوعہ ربوہ۔ ۱۹۶۹ء)

ایک الہام ہے ۱۸۹۳ء کا: قُلْ اِنِّي اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ. يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ . اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ . اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ تَوْحِيْدِيْ وَ تَفْرِيْدِيْ فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَتُعْرَفَ بَيْنَ النَّاسِ.

ترجمہ:- کہہ مَیں خدا کی طرف سے مامور ہوں۔ اور مَیں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔ اے عیسیٰ! مَیں تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور منکروں کے ہر ایک الزام اور تہمت سے تیرا دامن پاک کروں گا۔ اور تیرے تابعین کو اُن پر جو منکر ہیں قیامت تک غلبہ بخشوں گا"۔ یہ ایک ایسا جاری سلسلہ ہے جو ختم ہی نہیں ہو رہا۔ ہر جگہ خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منکرین پر فتح نصیب ہوتی چلی جا رہی ہے۔ پاکستان کے شدید ترین مخالفت کے حالات میں بھی پاکستان میں احمدیوں کو اللہ تعالیٰ نئے نئے احمدی عطا کرتا

رہتا ہے۔

اور فرمایا: "اور تیرے تابعین کو ان پر جو منکرین ہیں قیامت تک غلبہ بخشوں گا"۔ یعنی غلبہ کوئی ابھی ختم ہونے والا نہیں بلکہ بہت لمبا سلسلہ ہے جو جاری رہے گا۔ "آج تُو میرے نزدیک بامرتبہ اور امین ہے۔ تُو مجھ سے ایسا ہے جیسا میری توحید اور تفرید۔ سو وہ وقت آگیا جو تیری مدد کی جائے اور تجھے لوگوں میں معروف و مشہور کیا جائے۔(تذکرہ۔ صفحہ ۲۲۰ ۔ مطبوعہ ربوہ۔ ۱۹۶۹ء)

پھر الہام ہے ۱۸۹۳ء کا: "يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوْحِيْ اِلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ . لَامُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ. وَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ. وَ قَالُوْآ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ . قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ.

ترجمہ:- تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم اپنی طرف سے الہام کریں گے"۔ اب یہ بکثرت ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ آج بھی بڑی کثرت سے افریقہ وغیرہ میں جو لوگ مسلمان ہو رہے ہیں وہ الٰہی خوشخبریوں کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔ محض تبلیغ کی کتابیں پڑھ کر نہیں بلکہ جماعت کی تائید میں خدا تعالیٰ کے تازہ تازہ نشان دیکھتے ہیں اس کی وجہ سے متأثر ہو جاتے ہیں۔

"تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم اپنی طرف سے الہام کریں گے۔ خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔ اور تُو ہمارے نزدیک صاحبِ مرتبہ ہے اور امین ہے اور کہیں گے کہ یہ وحی نہیں ہے، یہ کلمات تو اپنی طرف سے بنائے گئے ہیں۔ ان کو کہہ کہ وہ خدا ہے کہ جس نے یہ کلمات نازل کئے۔ پھر ان کو لہو ولعب کے خیالات میں چھوڑ دے"۔

(تذکرہ۔ صفحہ ۲۳۹۔ مطبوعہ ربوہ۔ ۱۹۶۹ء)

پھر تذکرہ میں ۱۹۰۰ء کا الہام ہے:

"وَ اِنِّيْ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ . وَاِنَّكَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ . اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةٍ لَّايَعْلَمُهَاالْخَلْقُ. وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَتْرُكَكَ حَتّٰى يَمِيْزَالْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ. ترجمہ:- اور مَیں تیرے تابعین کو تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا"۔ یہ آج کل کی بات نہیں مسلسل یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ "اور یقیناً تُو ہمارے حضور صاحب مرتبت اور امین ہے۔ تُو میرے حضور وہ مرتبہ رکھتا ہے جسے مخلوق نہیں جانتی۔ اور خدا ایسا نہیں ہے جو تجھے چھوڑ دے۔ یہاں تک کہ پاک اور پلید میں فرق کر کے دکھلا دے"۔

(تذکرہ۔ صفحہ ۳۶۶، مطبوعہ ربوہ۔ ۱۹۶۹ء)

ایک الہام ہے ۲۹/اپریل ۱۹۰۳ء کا: "اٰمِنًا مِّنَ اللّٰهِ الرَّحِيْمِ۔احمد مقبول"۔

(کاپی الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۷)

خدائے رحیم کی طرف سے امن پانے والا۔ احمد مقبول۔

ایک الہام ہے ۱۹/اپریل ۱۹۰۴ء کا:

"ایک رؤیا کے بعد الہام ہوا: مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (یعنی جو اس میں داخل ہو گا وہ خطرات سے محفوظ ہو جائے گا)۔ اس الہام کو سناتے وقت حضورؑ نے فرمایا کہ دیکھو اس مسجد پر بھی یہی الہام لکھا ہوا ہے جو پچیس برس کے قریب کا ہے۔(الحکم۔ جلد ۸۔ نمبر ۱۳۔ بتاریخ ۲۴/اپریل ۱۹۰۴ء۔ صفحہ ۱)

اس وقت تو لوگ قادیان کو جانتے بھی نہیں تھے۔

پھر الہام ہے ۱۹/اپریل ۱۹۰۴ء کا:-

"فرمایا کہ مَیں اپنی جماعت کے لئے اور پھر قادیان کے لئے دعا کر رہا تھا۔ تو یہ الہام ہوا:- فَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيْقًا (ترجمہ: پس پیس ڈال اُن کو خوب پیس ڈالنا)۔

فرمایا میرے دل میں آیا کہ اس پیس ڈالنے کو میری طرف کیوں منسوب کیا گیا ہے۔ اتنے میں میری نظر اس دعا پر پڑی۔ جو ایک سال ہوا بیت الدعاء پر لکھی ہوئی ہے۔ اور وہ دعا یہ ہے: یا رَبِّ فاسمع دُعآئی وَمزق اَعدآئك و اعدائی و انجز وعدك وانصر عبدك و ارنا ایامك و شهرلنا حسامك ولاتذر من الكافرين شريرًا۔ اس دعا کو دیکھنے اور اس الہام کے ہونے سے معلوم ہوا کہ میری دعا کی قبولیت کا وقت ہے۔

پھر فرمایا: ہمیشہ سے سنت اللہ اسی طرح پر چلی آتی ہے کہ اس کے ماموروں کی راہ میں جو لوگ روک ہوتے ہیں، اُن کو ہٹا دیا کرتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کے بڑے فضل کے دن ہیں۔ ان کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان اور یقین بڑھتا ہے کہ وہ کس طرح ان امور کو ظاہر کر رہا ہے۔"

(الحکم۔ جلد ۸۔ نمبر ۱۳۔ بتاریخ ۲۴/اپریل ۱۹۰۴ء۔ صفحہ ۱)

۱۴/نومبر ۱۹۰۵ء کا رؤیا: "ایک کاغذ دکھایا گیا جس پر عربی عبارت میں ایمان کے اقسام لکھے ہیں۔ وہ عبارت یاد نہیں رہی مگر اُس کا مطلب غالبًا یہ تھا کہ ایمان چار قسم ہے۔ ایک روایتی ایمان۔ دوسرا وہ جو بصیرت سے حاصل ہوتا ہے۔ تیسرا حالی ایمان۔ چوتھا استغراقی جو محویت سے حاصل ہوتا ہے۔"(بدر۔ جلد اوّل۔ نمبر ۳۲۔ بتاریخ ۱۷/نومبر ۱۹۰۵ء۔ صفحہ ۲۔ الحکم۔ جلد ۹۔ نمبر ۴۰۔ بتاریخ ۱۷/نومبر ۱۹۰۵ء۔ صفحہ ۱)

اور آخر پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ۱۹۰۵ء کا ایک الہام ہے:

"خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے، ایسا ایمان جو اُس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں۔ اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں۔ ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔"(رسالہ الوصیت۔ صفحہ ۹)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان الہامات کا پورا کرنے والا بنائے۔

۞۞۞..................۞۞۞